© rasailojaraid.com

نماز کی نیت اور اسکا حکم

تحریر۔ محمد منیر قمر ترجمان سپریم کورٹ الخبر (سعودی عرب)

نیت اور اسکا حکم

یہ بات تو معروف ہے کہ تمام نیک اعمال میں "نیت" کو گہرا عمل دخل حاصل ہے[۱] یہاں تک کہ صحیح بخاری و مسلم، سنن اربعہ و مسند احمد اور دیگر کتب حدیث میں حضرت عمر فاروقؓ سے مروی ارشاد نبویؐ ہے۔

"انما الاعمال بالنیات" [۲] یعنی عملوں کا دارومدار نیتوں پر ہے۔

نیت واجب بلکہ شرط ہے اور اسمیں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے، امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الایمان کے آخر میں ایک عنوان یوں قائم کیا ہے:

"باب ما جاء ان الاعمال بالنیۃ ....فدخل" اس چیز کا بیان کہ عملوں کا دارومدار نیت پر ہے۔ تو اسمیں ایمان، وضو، نماز، زکوٰۃ، حج، روزہ اور تمام احکام و معاملات داخل ہیں۔ "فیه الایمان والوضوء والصلوٰۃ والزکاۃ والحج والصوم والاحکام" [۳] یہاں امام موصوف نے نیت کے وجوب و شرطیت کی طرف اشارہ فرمادیا ہے[۴] اور یاد رہے کہ حضرت عمر فاروقؓ سے مروی یہ حدیث "انما الاعمال بالنیات" اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ بڑی معروف ہے جو کہ صحیحین و سنن اربعہ اور مسند احمد میں ہے اور بخاری شریف کی پہلی حدیث یہی ہے نماز شروع کرنے سے قبل بھی دل میں یہ قصد و ارادہ یا نیت کر لینی چاہئیے کہ میں فلاں نماز فلاں وقت اور اتنی رکعتیں پڑھنے لگا ہوں اور اس سے میرا مقصود ارشاد الٰہی کی تعمیل اور رضاء الٰہی کا حصول ہے اور نیت چونکہ دل سے تعلق رکھنے والا فعل ہے اسلئے اسکے الفاظ کا زبان سے ادا کرنا ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ نبی اکرم ﷺ جن سے نماز اور دیگر احکام دین کی کلیات ہی نہیں بلکہ چھوٹے چھوٹے جزوی مسائل بھی ثابت ہیں آپ ﷺ سے نماز کی نیت کے الفاظ ثابت نہیں ہیں۔ اگر آپ ﷺ بھی نماز کی نیت زبان سے ادا کرتے ہوتے یا اپنی امت کیلئے آپ ﷺ اسے ضروری خیال فرماتے تو اسکی ضرور ہی تعلیم فرمادیتے مگر آپ ﷺ سے ایسی

---

[۱] یہ مضمون میری چند ریڈیائی تقاریر کا مجموعہ ہے۔ (محمد منیر قمر)

[۲] صحیح بخاری: حدیث نمبر ۱، صحیح مسلم مع نووی: ۷/۱۳/۵۳، صحیح ابی داؤد حدیث (۱۹۲۷)، صحیح ترمذی (۱۳۴۴)، صحیح النسائی: (۷۳)، صحیح ابن ماجۃ (۴۲۲۷)۔

[۳] صحیح بخاری: ۱۳۵/۱۔

[۴] فتح الباری: ۲۱۸/۲ بعنوان تنبیہ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کوئی صحیح وحسن تو کیا ضعیف حدیث بھی ثابت نہیں ہے۔ جس میں نیت کے الفاظ وارد ہوئے ہوں اور وہ صحابہ کرامؓ جنہوں نے تعلیماتِ رسول ﷺ کو پوری امانت ودیانت اور ذمہ داری کیساتھ آگے پہنچایا ہے اور نبی اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے تمام پہلوؤں کو امت کے سامنے پیش کر دیا ہے انہوں نے بھی زبان کے ساتھ نیت کے الفاظ ادا کرنے کے بارے میں کچھ نہیں فرمایا اور خود خلفاء راشدین اور عام صحابہ کرامؓ اور تابعین عظام وآئمہ اربعہؒ میں سے کسی ایک سے بھی ایسا کرنا ثابت نہیں ہے۔

آپ حدیث وفقہ کی چاہے کوئی بھی کتاب اٹھا کر دیکھ لیں آپ کہیں سے بھی اس زبانی نیت کا یہ ثبوت ہرگز ہرگز نہیں ملے گا کہ یہ طریقہ نبی اکرم ﷺ خلفائے راشدین وصحابہؓ یا آئمہ کرامؒ کا ہے۔ تو اس کا واضح مطلب یہ ہوا کہ بعض فقہی کتب اور نماز کے بارے میں لکھی ہوئی کتابوں کتابچوں اور رسالوں میں زبان سے نیت کرنے کا ذکر اور اس کے الفاظ مؤلفین یا ان سے پہلے والے علماء وفقہاء کے محض ذاتی خیالات ہیں۔ جو ایسے امور میں شرعی حجت نہیں ہیں جن کا داعیہ خود نبی اکرم ﷺ کے زمانہ مسعود میں موجود تھا اور کوئی امر مانع بھی نہیں تھا اسکے باوجود آپؐ نے انہیں نہ کیا، اور نہ کرنے کا حکم دیا۔

لغوی وشرعی یا اصطلاحی معنیٰ

اس مسئلہ کو اور بھی آسان طریقہ سے سمجھنے کیلئے لفظ "نیت" کے لغوی وشرعی یا اصطلاحی معنیٰ کا علم بہت ضروری ہے۔ لہٰذا لغت کی معروف ومتداول کتابوں میں سے قاموس المحیط، مختار الصحاح، المنجد اور معجم الوسیط وغیرہ میں لفظ "نیت" نکال کر دیکھ لیں ان سے بھی پتہ چل جائیگا کہ نیت دل کا فعل ہے نہ کہ زبان کا.... چنانچہ ماہرینِ لغت لکھتے ہیں :

"نوی الشیٔ، قصده و عزمه و منه النیة، فانها عزم القلب و توجهه و قصده الی شیء" [۵]

"نوی الشیء" کا معنیٰ کسی چیز کا قصد کرنا اور اس کا عزم کرنا ہے اور اسی میں سے لفظ "نیت" ہے اس کا معنیٰ دل کا عزم وتوجہ اور کسی چیز کا ارادہ کرنا ہے۔

اور نیت کا شرعی واصطلاحی معنیٰ بخاری شریف کی شرح فتح الباری میں یوں لکھا ہے :

"والشرع خصصه بالارادة المتوجهة نحو الفعل لابتغاء رضاء الله و امتثال حكمه" [۶]

شریعت نے نیت کے معنیٰ کو کسی کام کا ارادہ اور توجہ کے ساتھ خاص کر دیا ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور اسکے حکم کی تعمیل کیلئے ہو۔

تو گویا اعمال میں قصد وعزم یا قلبی نیت کا اعتبار ہوگا زبان سے کہے ہوئے الفاظ خصوصاً جبکہ وہ قرآن وسنت سے ثابت بھی نہیں بلکہ خود ساختہ ہیں وہ معتبر نہیں ہونگے۔

کبار ائمہ کی تصریحات

کبار ائمہ کی تصریحات سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ نماز وروزہ وغیرہ کی نیت کو زبان سے ادا کرنا خود ساختہ ومن گھڑت فعل ہے۔

---

[۵] القاموس : ۴/۴۰۰۔ طبعہ حلبی۔ مصر۔ المعجم الوسیط : ۱۔۲/۹۶۵۔ استنبول۔ المنجد۔ مختار الصحاح ص ۶۸۷۔ دار القلم۔ بیروت

[۶] فتح الباری : ۱/۱۳۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ

شیخ الاسلام اپنے فتاوی کبریٰ میں لکھتے ہیں :

"فان الجهر بالنية لا يجب ولا يستحب لا في مذهب ابي حنيفة ولا احد من ائمة المسلمين بل كلهم متفقون علىٰ انه لا يشرع الجهر بالنية، ومن جهر بالنية فهو مخطئ مخالف للسنة باتفاق ائمة الدين . [۷]

"جہری (یعنی زبان سے) نیت نہ واجب ہے نہ مستحب، نہ امام ابو حنیفہؒ کے مذھب میں اور نہ ہی ائمہ اسلام میں سے کسی کے مذھب میں، بلکہ وہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ زبانی نیت کرنا مشروع نہیں ہے اور جس نے جہری نیت کی وہ خطاکار اور مخالف سنت ہے اور اس پر تمام ائمہ کا اتفاق ہے"۔

اسکے علاوہ شیخ الاسلام موصوف نے متعدد دیگر مقامات پر بھی کئی سوالوں کے جوابات دیتے ہوئے زبان سے نیت کرنے کے عدم جواز اور اسکی کراھت وبدعیت کا تذکرہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ

"محل النية القلب دون اللسان باتفاق ائمة المسلمين في جميع العبادات"

(ترجمہ) نیت کا مقام دل ہے نہ کہ زبان اور تمام ائمہ اسلام کا تمام عبادات کے سلسلے میں ایسی ہی نیت قلبی پر اتفاق ہے۔

"نیت" کے بارے میں امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے گراں قدر فتاویٰ کی تفصیل مطلوب ہو تو مجموع فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۲۲ ص ۲۱۷ تا ص ۲۵۵ کا مطالعہ کیا جاسکتا ہے۔

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ تعالیٰ

اور علامہ قیم رحمۃ اللہ نے زاد المعاد میں نیت کے موضوع پر بڑی عمدہ اور تحقیقی بات کہی ہے۔ وہ نماز کے لئے زبان سے نیت کرنے کے بارے میں لکھتے ہیں :

"كان النبي ﷺ اذا قام الى الصلوٰة قال الله اكبر ولم يقل شيئاً قبلها ولا تلفظ بالنية البتة" [۸]

"نبی اکرم ﷺ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے۔ اور اس سے پہلے ہرگز کچھ نہ کہتے نہ ہی نیت کے الفاظ ادا فرماتے تھے۔

اور اس سے آگے علامہ ابن قیم رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ نیت کے الفاظ کسی صحیح تو کیا کسی ضعیف حدیث میں بھی وارد نہیں ہوئے اور یہ کسی مسند حدیث میں تو کیا ہونگے۔ یہ تو کسی مرسل روایت میں بھی نبی اکرم ﷺ سے ثابت نہیں۔ اور ان کا نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہونا تو دور کی بات ہے یہ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنھم میں سے بھی کسی سے ماثور و منقول نہیں اور نہ ہی تابعینؒ وائمہ اربعہؒ میں سے کسی نے زبان سے نیت کرنے کو مستحسن کہا ہے ۔ لہذا صرف دل کی نیت اور ارادے پر ہی اکتفا کرنا مسنون عمل ہے [۹] اور اسی کی تائید متعدد فقہاء وعلماء احناف سے بھی ملتی ہے۔

زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا نبی اکرمؐ، خلفائے راشدین وصحابہ کرام رضی اللہ عنھم، تابعین وائمہ اربعہ رحمھم اللہ

---

[۷] فتاویٰ کبریٰ ابن تیمیہ : ۲/۷۵۳۔

[۸] زاد المعاد : ۱/۲۰۱۔

[۹] حوالہ بالا۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کسی سے بھی ثابت نہیں ہیں۔ بلکہ یہ ایک خود ساختہ فعل اور بہت بعد کی ایجاد ہے۔ اور علامہ ابن قیم کی کتاب زاد لمعاد سے ایک اقتباس ہم نے آپ کے سامنے ذکر کیا ہے۔ جبکہ موصوف اپنی ایک دوسری کتاب "**اغاثة اللهفان من مصايد الشيطان**" میں بھی اس موضوع پر بڑی قیمتی باتیں لکھ گئے ہیں۔ اس میں بھی اس کی لغوی تشریح اور عدم ثبوت کے بعد لکھا ہے کہ جو شخص وضوء کرنے کے لئے بیٹھ گیا اس نے وضو کر لیا اور جو شخص کوئی نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو گیا اس نے نماز کی نیت کر لی اور عقلمند انسان ایسا نہیں ہو گا جو کوئی عبادت بلا نیت ہی کر لے، بلکہ انسان کے افعال مقصودہ کے لئے نیت ایک لازم امر ہے جس کے لئے کسی نئی کوشش و محنت کی ضرورت نہیں ہے بلکہ اگر کوئی شخص اپنے اختیاری افعال کو نیت سے خالی کرنا چاہے گا تو یہ اس کے بس سے باہر ہو گا۔

اور تھوڑا آگے جا کر لکھتے ہیں کہ جو شخص کسی امام کی اقتداء میں ظہر کی نماز پڑھنے کیلئے کھڑا ہو جائے تو اسے اب کیا شک باقی رہ جاتا ہے (کہ جسے دور کرنے کے لئے وہ نیت کے نام سے ایجاد کی گئی گردان پڑھتا ہے) اور اگر کوئی شخص اس حال میں اسے کوئی کام سے بلائے تو جھٹ کہہ دے گا کہ میں نماز پڑھنے لگا۔ کوئی شخص اسے راستے میں ملے اور پوچھے کہ کدھر کا ارادہ ہے تو بلا توقف کہہ اٹھے گا کہ میں نماز ظہر کے لئے جا رہا ہوں اور مسجد میں امام کے ساتھ نماز ہو گی تو یہ امور ایسے ہیں کہ کوئی بھی سمجھدار انکے بارے میں شک میں مبتلا نہیں ہو سکتا۔ تو پھر اس نیت کے الفاظ کا کیا معنیٰ ؟؟؟

اور اس سے بھی تعجب انگیز بات تو یہ ہے کہ قرائن کی وجہ سے دوسردں کو پتہ چل جاتا ہے کہ یہ شخص کیا کرنے جا رہا ہے۔ پھر خود اسے وہی بات دھرانے کی کیا ضرورت ہے ؟ مثلاً.... اگر مسجد میں لوگوں کے مابین کسی آدمی کو کوئی بیٹھا ہوا پائے تو وہ سمجھ جاتا ہے کہ یہ جماعت ہونے کا انتظار کر رہا ہے اور اقامت ہونے پر جب وہ صف میں کھڑا ہو تو وہ دیکھنے والا سمجھ لے گا کہ نماز با جماعت پڑھنے لگا ہے اور جب ایک شخص صف سے آگے اکیلا ایک مخصوص جانماز پر کھڑا ہو جائے تو دیکھنے والا بلا تردد سمجھ لے گا کہ یہ امامت کرائے گا اور جو لوگوں کی صف میں ہو گا وہ کسی امام کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگے گا۔ اور جب دوسرے اس کی نیت کو قرائن سے جان لیتے ہیں تو کیا یہ خود نہیں جانتا۔ جبکہ وہ تو اپنے دل کی بات بھی جانتا ہے پھر لفظوں میں نیت کو دھرانا شریعت کی مخالفت، سنت سے بے رغبتی اور تعامل صحابہؓ سے لا پرواہی کے سوا کچھ نہیں اور پھر حاصل چیز کا حصول اور موجود شے کی ایجاد ممکن نہیں ہوتی۔ کیونکہ کسی چیز کو ایجاد کرنے کی شرط یہ ہوتی ہے کہ وہ چیز معدوم و بے نشان ہو۔ لہٰذا موجودہ چیز کی ایجاد ایک محال امر ہے اور پھر اپنے شیخ امام ابن تیمیہؒ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ لوگوں میں سے بعض دسیوں اختراعات و بدعات پر عمل پیرا ہوتے ہیں جو نبی اکرم ﷺ سے ثابت تو کیا ہو نگی۔ صحابہؓ میں سے بھی کسی سے اُن کا پتہ نہیں چلتا... جیسے کوئی صاحب تعوذ پڑھکر کہیں : میں حاضر وقت نماز ظہر کے فرض اللہ تعالیٰ کے لئے ادا کرنے لگا ہوں۔ بحیثیت امام یا مقتدی کے۔ چار رکعتیں ہیں اور قبلہ رو ہوں۔ (یا پھر جیسے کہ معروف ہے کہ چار رکعت نماز فرض اللہ تعالیٰ کے لئے، پیچھے اس امام کے اور منہ قبلہ شریف کی طرف) اور پھر بعض لوگ یہ گردان پڑھتے وقت اپنے جسم پر عجیب سی کیفیت طاری کر لیتے ہیں کہ گردن کی نسیں تک تن جاتی ہیں اور بالآخر وہ ایسے اللہ اکبر کہتے ہیں جیسے کسی دشمن کے مقابلے میں نعرۂ تکبیر بلند کر رہے ہیں۔ **"ولو مكث احدً هم عمر نوح عليه السلام يفتش هل فعل رسول الله ﷺ او احد من اصحابه شيئا من ذلك، لما ظفر به الا ان يجا هر بالكذب البحت، فلو هذا خير لسبقو نا اليه لد لونا عليه، فان كان هذا هدى فقد ضلو ا عنه ، و ان كان الذى كانو ا عليه هو الهدى والحق ، فماذا بعد الحق الا الضلال"** [۱۰]

---

[۱۰] اغاثۃ اللھفان : ۱/۱۳۶-۱۳۹۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"اگر کوئی شخص عمر نوح لیکر آئے اور اس بات کی تلاش شروع کردے کہ ایسی نیت نبی اکرم ﷺ نے یا آپ کے صحابہؓ میں سے کسی نے کی ہے یا نہیں؟ تو بھی اسے کامیابی نہیں ہوگی۔ سوائے اس کے کوئی شخص صریح دروغ گوئی یا کھلا جھوٹ بولے اور اگر ایسی نیت کرنا خیر کا کام ہوتا تو صحابہ کرامؓ ہم سے سبقت لے گئے ہوتے اور یہ بات ہم تک پہنچائی ہوتی اور اگر یہ اصل ہدایت ہے تو پھر صحابہ کرام تو (نعوذ باللہ) اس سے بے خبر ہی رہے۔ اور اگر ہدایت وہ ہے جس پر وہ تھے اور وہی حق ہے تو پھر حق کے بعد سوائے گمراہی کے اور کیا ہے ؟؟؟

امام نووی رحمہ اللہ

اور ایسے ہی خیالات امام نووی رحمہ اللہ کے ہیں۔ جن کی تفصیل روضۃ الطالبین (۱۔۲۲۴) اور صفۃ صلوٰۃ النبیؐ (صفحہ ۴۲) پر دیکھی جاسکتی ہے۔

علماء و فقہاء احناف کے اقوال

نماز یا روزے کی نیت کے بارے میں کوئی دلیل نہ ہونیکی وجہ سے مشائخ الاسلام امام نووی، ابن تیمیہ اور ابن قیم رحمہم اللہ پر ہی بس نہیں بلکہ فقہاء و علماء احناف بھی دل کے ارادے کا نام ہی نیت بتاتے ہیں چنانچہ :

صاحب ہدایہ

فقہ حنفی کی معروف و متداول کتاب "ہدایہ" کے "باب شروط الصلوٰۃ" میں علامہ برہان الدین مرغینانیؒ لکھتے ہیں :

"والنیۃ ھی الارادۃ والشرط ان یعلم بقلبہ ایّ صلاۃ یصلی اما الذکر باللسان فلا معتبر بہ" [11]

"نیت ارادے کا نام ہے اور شرط یہ ہے کہ دل سے معلوم ہو کہ وہ کونسی نماز پڑھنے لگا ہے لب رہا زبان سے نیت کرنا تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور اس سے تھوڑا آگے موصوف نے لکھا ہے :

"ویحسن ذلک لاجتماع عزیمۃ" "کہ عزم کی پختگی کے لئے زبان سے نیت کرنا مستحسن ہے۔"

جبکہ یہ محض ان کی ذاتی رائے ہے جو نیت کے لغوی و شرعی معنی سے کوئی مناسبت نہیں رکھتی۔ لہٰذا ان کے وہی الفاظ قابل عمل ہیں جو لغت و شرع ہر دو اعتبار سے مفہوم و معنی نیت کے مطابق ہیں۔

سنت نیت سے مراد

یہاں یہ بات بھی ذہن نشین کرلیں کہ فقہی کتب میں جو یہ مذکور ہوتا ہے کہ "زبان سے نیت کرنا سنت ہے" تو اس کے بارے میں وضاحت کرتے ہوئے ہدایہ کے فاضل محشی نے لکھا ہے کہ اس مقام پر لفظ کی تاویل صحیح ہے جو مراقی الفلاح میں کی گئی ہے کہ :

"من قال من مشائخنا ان التلفظ سنۃ لم یرد سنۃ النبی ﷺ بل سنۃ بعض المشائخ" [12] "ہمارے مشائخ

---

[11] ہدایۃ : ۱/۹۶۔

[12] حاشیہ ہدایۃ : ۱/۹۶

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

میں جس نے یہ کہا ہے کہ نیت کا تلفظ (زبان سے نیت کرنا) سنت ہے تو اس سے مراد سنت رسول ﷺ نہیں ہوتی بلکہ بعض مشائخ کا طریقہ مراد ہوتا ہے"۔

علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ

صاحب ہدایہ کی طرح ہی علماء احناف میں سے ایک معروف عالم علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں :

"لا عبرة با لذكر با للسان لا نه كلام لانية" [۱۳]

"زبان سے نیت کرنے کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ زبان سے تو کلام صادر ہوتا ہے نہ کہ نیت"۔

مولانا عبد الحق دہلوی رحمہ اللہ

اور علماء احناف میں سے ہی ایک فاضل جناب مولانا عبد الحق دہلویؒ گزرے ہیں۔ انہوں نے اشعۃ اللمعات میں لکھا ہے :

"علماء در نیت نمازِ اختلاف کردہ اند بعد از اتفاق ہمہ بر آں جہر گفتن آں نا مشروع است، تلفظ شرط صحتِ نماز است یا نہ ؟ صحیح آنست شرط نیست و مشروط دانستن آں خطا است" [۱۴]

علماء کا نماز کی نیت کے بارے میں اختلاف ہے جبکہ اس امر پر سبھی متفق ہیں کہ جہراً نیت کرنا تو ناجائز ہے اور اختلاف اس میں ہے کہ لفظوں سے (زبان) نیت کرنا نماز کے صحیح ہونے کی شرط ہے یا نہیں ؟ اور صحیح بات تو یہ ہے کہ شرط نہیں اور اسے شرط ماننا غلط ہے۔ اور انہوں نے ہی یہ بھی لکھا ہے :

"باید دانست کہ نیت کارِ دل است بزبان گفتن حاجت نبود۔ و اگر زبان گوید و دل غافل باشد اعتبار نہ دارد"۔

"یاد رہے کہ نیت دل کا فعل ہے جسے زبان سے کہنے کی ضرورت نہیں ہے اگر زبان سے کہے لیکن دل غافل ہو تو پھر زبان سے کہے ہوئے کا بھی کوئی اعتبار نہیں ہوگا"۔

اور اس سے آگے موصوف نے بھی صاحب ہدایہ کی طرح فقہاء کی طرف سے مشورہ دیا ہے۔ جس کا خیر القرون سے کوئی ثبوت نہیں ملتا جیسا کہ پہلے بھی ذکر کیا جا چکا ہے۔ اور آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں :

"محدثاں گویند کہ در ہیچ جا روایت از حضرت رسول ﷺ نیامدہ کہ نیت بزبان گفتے" [۱۵]

"محدثین کرامؒ کا کہنا ہے کہ (حدیث کی) کسی کتاب میں زبان سے نیت کرنیکا نبی اکرم ﷺ سے کوئی ثبوت نہیں آیا"۔

اور مزید فرماتے ہیں : سنت و اتباع (رسولؐ) یہی ہے کہ نیت صرف دل سے کریں اور جس طرح کسی کام کے کرنے میں اتباع رسولؐ ضروری ہے ایسے ہی کام کے ترک کرنے میں بھی اتباع واجب ہے اور جو شخص کسی ایسے کام پر مداومت و ہمیشگی کرتا ہے جو شارع علیہ السلام نے نہیں کیا ایسا شخص محدثین کرام کے بقول بدعتی ہوتا ہے۔ [۱۶]

---

[۱۳] شرح تحفہ بحوالہ "راہ سنت" ص ۱۲۰۔ ۱۲۳۔ از مولانا محمد صدیق رحمہ اللہ جامعہ علمیہ (سرگودھا)

[۱۴] فتاویٰ علماء حدیث : ۳ / ۷۸۔ اشعۃ اللمعات بحوالہ ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور۔ جلد ۴۳ شمارہ ۱۳

[۱۵] اشعۃ اللمعات ص ۱۹ بحوالہ راہ سنت ایضاً [۱۶] بحوالہ راہ سنت و فتاویٰ علماء حدیث۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا عبدالحی حنفی لکھنوی رحمہ اللہ

ایسے ہی کبار علماء احناف میں سے مولانا عبدالحی حنفی لکھنوی رحمہ اللہ نے "عمدۃ الرعایہ حاشیہ شرح وقایہ" میں لکھا ہے :

"الا کتفاء بنیة القلب مجزی ء اتفاقاً و هو الطریقة المشروعة الماثورة عن رسول الله ﷺ و اصحابه ، لم ینقل عن واحد منهم التکلم: نبویت او انوی صلوة کذا فی وقت کذا" [۱۷]

"بالاتفاق دل سے نیت کر لینا ہی کافی ہو جاتا ہے اور نبی اکرم ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرامؓ سے بھی یہی طریقہ منقول اور مسنون وماثور ہے اور یہ کہنا کہ میں نے فلاں نماز اور فلاں وقت کی نیت کی یا کرتا ہوں یہ کسی ایک سے بھی منقول نہیں ہے"۔

اور اپنے فتاویٰ میں مولانا عبدالحی حنفی موصوف لکھتے ہیں :

"کثیراً ما سئلت عن التلفظ با لنیة هل ثبت ذلك من فعل رسول الله ﷺ و اصحابه؟ فهل له اصل فی الشرع؟ فاجبت : با نه لا تثبت ذلك من صاحب الشرع ولا من احد من اصحابه" . [۱۸]

"بکثرت مجھ سے یہ سوال کیا گیا کہ زبان سے نیت کے الفاظ ادا کرنا نبی اکرم ﷺ کی سنت یا صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے تعامل سے ثابت ہے یا نہیں ؟ اور کیا شریعت میں اس کی کوئی اصل ہے ؟ تو میں نے جواب دیا کہ صاحب شریعت ﷺ اور کسی صحابیؓ سے یہ زبان سے نیت کرنا ہرگز ثابت نہیں ہے"۔

ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ

فقہ حنفی کی ہی کتاب السعایة فی کشف مافی شرح الوقایة (۲/۱۰۰) میں مولانا عبدالحی حنفی رحمہ اللہ نے ملا علی قاریؒ کی تحقیق بھی نقل کی ہے جس کی بنیاد دراصل علامہ ابن قیم رحمہ اللہ کی کتاب "زاد المعاد" ہی ہے۔ جس کا اقتباس ہم پہلے ہی ذکر کر چکے ہیں۔ لہٰذا اسے یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔ البتہ اس سے حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ کا مروجہ نیت کے بارے میں نظریہ سامنے آجاتا ہے اور السعایہ میں مولانا عبدالحی حنفیؒ نے امام ابو داؤدؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے امام بخاری رحمہ اللہ سے پوچھا کہ نبی اکرم ﷺ تکبیر تحریمہ سے پہلے (نیت کے الفاظ وغیرہ) کچھ کہتے تھے ؟ تو انہوں نے جواباً فرمایا : نہیں اور آگے علامہ ابن قیمؒ کی اغاثۃ اللھفان سے ان کی تحقیق بھی مولانا عبدالحی حنفی لکھنوی نے نقل کی ہے۔

شارح ہدایہ علامہ ابن ھمامؒ اور مولانا عبدالغفور رمضانپوریؒ

اور ہدایہ کی معروف شرح فتح القدیر سے نقل کرتے ہوئے مولانا عبدالغفور صاحب رمضانپوری نے اپنے رسالہ مفید الاحناف کے ص ۳ پر لکھا ہے :

"قال بعض الحفاظ لم یثبت عن رسول الله ﷺ بطریق صحیح ولا ضعیف انه کان یقول عند الافتتاح ، "اصلی کذا" ولا عن احد من التابعین : بل المنقول انه اذا اقام الی الصلوة کبر، وهذه بدعة"

---

[۱۷] عمدۃ الرعایہ ص ۱۳۹ بحوالہ فتاویٰ علماء حدیث : ۳/۸۹ و بحوالہ ہفت روزہ "الاعتصام" لاہور ایضاً۔

[۱۸] اکام النقاش فتاویٰ مولانا عبدالحی حنفی جلد دوم، مفید الاحناف ص ۳ مولانا عبدالغفور رمضان پوری بحوالہ فتاویٰ علماء حدیث ۳/۸۹،۹۰

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یعنی ''بعض حفاظِ حدیث نے کہا ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے کسی صحیح تو کیا ضعیف حدیث سے بھی ثابت نہیں کہ نبی اکرم ﷺ نماز کے شروع میں زبان سے نیت کرتے ہوئے یہ کہتے ہوں: ''میں فلاں نماز پڑھنے لگا ہوں'' اور نہ ہی یہ صحابہؓ و تابعینؒ میں سے کسی سے ثابت ہے بلکہ منقول یہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو تکبیر (تحریمہ) کہتے تھے اور یہ کہ زبان سے نیت کرنا بدعت ہے''۔

حضرت احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانی رحمہ اللہ

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے ''مکتوبات'' کے دفتر یا جلد اول حصہ سوم مکتوب نمبر ۱۸۶ (طبع امرتسر) میں بعض علماء کیطرف سے زبانی نیت کے استحسان کا تذکرہ کرنے کے بعد اس کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے:

''حالانکہ آں سرور علیہ وعلے آلہ الصلوٰۃ والسلام ثابت نہ شدہ، نہ بروایت صحیح نہ بروایت ضعیف، ونہ از اصحاب کرامؓ و تابعین عظامؒ کہ بزبان نیت کردہ باشند۔ بلکہ چوں اقامت مے گفتند تکبیر تحریمہ می فرمودند۔ پس نیت بزبان بدعت باشند''[۱۹]

(ترجمہ) ''حالانکہ نبی اکرم ﷺ سے یہ (زبان سے نیت کرنا) کسی صحیح یا ضعیف روایت سے ثابت نہیں ہے، ایسے ہی یہ بھی ثابت نہیں کہ صحابہ کرامؓ یا تابعین عظامؒ زبان سے نیت کرتے ہوں بلکہ وہ جب اقامت کہتے تو ساتھ ہی تکبیر تحریمہ کہہ دیتے تھے۔ لہذا زبان سے نیت کرنا بدعت ہے۔

علامہ فیروز آبادیؒ: صاحب القاموس علامہ فیروز آبادیؒ نے بھی نیت کو دل کا فعل ہی قرار دیا ہے۔[۲۰]

علامہ انور شاہ کاشمیریؒ حنفی

اور فیض الباری میں علامہ انور شاہ کشمیریؒ نے بھی اس بات کو واشگاف الفاظ میں ذکر کیا ہے کہ نیت زبان کا نہیں بلکہ دل کا فعل ہے۔ چنانچہ وہ فیض الباری کی جلد اول صفحہ ۸ پر لکھتے ہیں: ''فالنیة امر قلبی'' نیت دل کا فعل ہے۔

مولانا اشرف علی تھانویؒ

اور ماضی قریب کے معروف عالم مولانا اشرف تھانویؒ نے بہشتی زیور کے دوسرے حصہ میں نماز کی شرطیں بیان کرتے ہوئے مسئلہ نمبر ۱۱ پہ لکھا ہے کہ: زبان سے نیت کرنا ضروری نہیں بلکہ دل میں اتنا سوچ لے کہ میں آج کی ظہر کی فرض نماز پڑھتا/ پڑھتی ہوں۔ اور اگر سنت ہوں تو ظہر کی سنت کا خیال کر کے اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لے تو نماز ہو جائیگی۔ اور جو لمبی چوڑی نیت لوگوں میں مشہور ہے اس کا کہنا ضروری نہیں ہے۔ اور آگے مسئلہ نمبر ۱۲ میں نیت کا مختصر لیکن بلا سند انداز بتایا ہے اور اسے بھی اختیار پر چھوڑ دیا ہے۔ کہ یہ سب کہنا بھی ضروری نہیں ہے۔ چاہے کہے، چاہے نہ کہے۔ جبکہ اس اختیار کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ جیساکہ تفصیل ذکر کی جا چکی ہے۔ اور بہشتی زیور کے حاشیہ میں مروجہ نیت کے بارے میں واضح طور پر لکھا ہے کہ:

---

[۱۹] فتاوی علماء حدیث: ۸۶/۳، ۸۷، ۸۹، ہفت روزہ الاعتصام ایضاً۔

[۲۰] سفر سعادت (مترجم اردو) صفحہ ۲۳۔ طبع سبحانی اکیڈمی لاہور۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"لوگ نماز میں لمبی چوڑی نیت کرتے ہیں یہاں تک کہ امام قرأت پڑھنے لگتا ہے اور ان کی نیت ختم نہیں ہوتی۔ ایسا کرنا برا ہے"[۲۱] اور یاد رہے کہ اس حاشیہ کو خود مولانا تھانوی نے بنظر استحسان دیکھا ہے۔ بلکہ بہشتی زیور کے حصہ اول کی فہرست سے آگے والے صفحہ پر "اطلاعات متعلق نسخہ حاضرہ بہشتی زیور اور بہشتی گوھر" کے زیر عنوان موصوف نے لکھا ہے کہ اس نسخہ پر برخوردار مولوی شبیر علی کا اہل علم سے نظر ثانی کروانا اور اس نظر ثانی میں بعض مقامات پر عبارات یا مضامین کی ترمیم ہو جانا اور اسی طرح ہر مسئلہ کے آخر میں کتابوں کا حوالہ لکھوانا یہ سب میرے مشورے اور اطلاع سے ہوا ہے۔ مقامات ترمیم میں قریب قریب کل کے بالالتزام میں نے بھی نظر ثانی کی ہے۔ اب یہ نسخہ بہمہ وجوہ بفضلہ تعالیٰ مکمل و مدلل ہو گیا ہے۔[۲۲]

اس سے معلوم ہوا کہ نماز سے پہلے مروجہ لمبی چوڑی نیت کو مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ نے بھی برا فعل قرار دیا ہے اور جس مختصر نیت کا مشورہ دیا ہے.... وہ بلا دلیل ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ

اور معروف بزرگ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنی کتاب غنیۃ الطالبین میں مروجہ نیت کا کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ جس سے یہ اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ وہ بھی صرف دل کے ارادے کو ہی نیت سمجھتے تھے۔ جس کے لئے انکی کتاب غنیۃ الطالبین کا اردو ترجمہ حصہ اول طبع نفیس اکیڈمی کراچی کا صفحہ ۱۲۱ دیکھا جا سکتا ہے۔

ایک وضاحت :۔ اور یہاں اس بات کی بھی وضاحت کرتے جائیں کہ بعض متاخرین فقہاء نے جب دیکھا کہ زبان سے نیت کرنیکی تائید میں نہ قرآن و سنت سے کوئی دلیل موجود ہے اور نہ ہی صحابہؓ کا تعامل، بلکہ ائمہ دین میں سے کسی کا فتوی بھی انکے پاس نہیں تھا۔ تو انہوں نے اسے "بدعت حسنہ" کہہ کر اسکے جواز کا فتوی دیدیا۔ جبکہ محققین علماء کرام کے نزدیک بدعت کی یہ تقسیم ہی صحیح نہیں۔ کہ کسی کو "حسنہ" اور کسی کو "سیئہ" کہا جائے۔ کیونکہ صحیح مسلم، ابن ماجہ، دارمی اور دیگر کتب حدیث میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"أما بعد: فان خير الحديث كتاب الله وخير الهدى هدى محمد ﷺ وشر الامور محدثاتها وكل بدعة ضلالة"[۲۳] "حمد و ثناء کے بعد واضح ہو کہ بہترین کلام اللہ کی کتاب ہے اور بہترین ہدایت و طریقہ حضرت محمد ﷺ کا طریقہ ہے اور بدترین امور بدعات و محدثات ہیں اور ہر بدعت گمراہی ہے"۔

اور یہی روایت نسائی میں بھی ہے اور اس میں یہ الفاظ بھی ہیں۔ "وكل ضلالة فى النار"[۲۴] "اور ہر گمراہی کا انجام نارِ جہنم ہے"۔

ایسے ہی ابوداؤد، ترمذی، صحیح ابن حبان، دارمی اور مسند احمد میں حضرت عرباض بن ساریہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ

---

[۲۱] بہشتی زیور: ۲/۱۳-۱۴۔ طبع تاج کمپنی۔

[۲۲] بہشتی زیور: حصہ اول صفحہ نمبر ۱۔

[۲۳] صحیح مسلم مع نووی: ۶/۳،۱۵۳/۶۔ صحیح ابن ماجہ: ۴۳۔

[۲۴] صحیح النسائی: حدیث نمبر (۱۴۸۷) ۱/۳۴۶۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نے ایک دن ہمیں خطبہ ارشاد فرمایا : جسکی بلاغت واثر انگیزی کا یہ عالم تھا کہ :

" زرفت فیھا العیون و وجلت منھاالقلوب" "جس سے لوگوں کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں اور انکے دل دہل گئے"۔

ایک آدمی نے کہا : اے اللہ کے رسولؐ! ایسے لگتا ہے جیسے یہ کسی کا الوداعی خطبہ و وعظ ہو ؟ آپ ﷺ ہمیں نصیحت فرمائیں، تو آپؐ نے فرمایا :"اوصیکم بتقوی اللہ والسمع والطا عة وان کان عبداً حبشیاًفانه من یعش منکم بعدی فسیری اختلافاً کثیراً فعلیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المھدیین، تمسکوا بھا وعضوا علیھا بالنواجذ"۔

"میں تمہیں اللہ کا تقویٰ یا خوف وخشیت الٰہی کی وصیت کرتا ہوں اور اس بات کی کہ (اپنے امیر کی) سمع وطاعت کرو اگرچہ وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو۔ تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ بہت زیادہ اختلافات دیکھے گا۔ تم پر میری سنت اور میرے خلفاء راشدین کا طریقہ لازم ہے۔ اس پر خوب مضبوطی سے قائم رہو"۔

اور اس بلیغ ومؤثر ترین خطبے کے آخر میں یہ بھی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا :

"وایا کم ومحدثات الامور ،فان کل محدثة بدعة وکل بدعة ضلالة"[۲۵]

"محدثات وبدعات سے بچ کر رہو، کیونکہ ہر محدث امر بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے"۔

یہ حدیث اور خصوصاً اسکے آخری الفاظ، ایسے ہی اس سے پہلے ذکر کی گئی حدیث کے آخری الفاظ ہیں۔ "کل بدعة ضلالة" کہ "ہر بدعت گمراہی ہے"۔ لہذا کسی بدعت کو "بدعت حسنہ" قرار دینا صحیح نہ ہوگا۔ بلکہ یہ ان احادیث کے سراسر خلاف ہے۔ اور بعض سلف صالحین کے کلام میں جو بدعات کا استحسان وارد ہوا ہے وہ علامہ ابن رجبؒ کے بقول لغوی بدعات (یا دنیوی بدعات) کے بارے میں ہے نہ کہ شرعی (یا دینی) بدعات کے بارے میں جیسا کہ انہوں نے جامع العلوم والحکم میں وضاحت کی ہے[۲۶]

اور حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے ایک مکتوب گرامی میں فرماتے ہیں : "گفتہ اند کہ بدعت بردو نوع است ، حسنہ و سیئہ، حسنہ آں عمل نیک را گویند کہ بعد از زمان آنحضورؐ و خلفاء راشدین علیہ و علیہم الصلوت واتمھاو من التحیات اکملھا پیدا شدہ باشد ورفع سنت ممید، وسیئہ آں کہ رافع سنت باشد" یعنی "بدعت کی دو قسمیں ہیں۔ حسنہ اور سیئہ، حسنہ اس نیک کام کو کہتے ہیں جو نبی اکرم ﷺ کے عہد مسعود اور خلفاء راشدینؓ کے دور میمون کے بعد پیدا ہوا ہو۔ لیکن اسکی وجہ سے کسی سنت پر زد نہ آتی ہو اور سیئہ وہ ہے جس کی وجہ سے کوئی سنت ترک ہوتی ہو"۔ اور اس کے آگے مجدد الف ثانیؒ اپنا تحقیقی فیصلہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں :

"ایں فقیر رادریچ بدعتے ازیں بدعتھا حسن ونورانیہ مشاہدہ نمیکند وجز ظلمت وکدورت احساس نمے نماید"۔[۲۷]

"اس فقیر کو بدعات حسنہ و نورانیہ کہلائی جانیوالی تمام بدعات میں سے کوئی ایک بھی بدعت ایسی نظر نہیں آئی جسے حسنہ کہا جاسکتا ہو"۔

---

[۲۵] صحیح ابی داؤد (۳۸۵۱) مع العون ۱۲/۳۵۹۔۳۶۰۔ صحیح ترمذی : ۲/۳۴۱۔ صحیح ابن ماجہ : حدیث نمبر ۴۲۔ صحیح ابن حبان : ۵۶۔ الموارد، دارمی : ۱/۵۷ حدیث (۹۵) مسند احمد : ۴/۱۲۶۔ الحاکم : ۱/۹۶۔ الترغیب : ۱/۵۸۔ والصحیحہ : ۷/۹۳، وصححہ الالبانی فی تحقیق المشکاۃ : ۱/۵۸۔

[۲۶] جامع العلوم والحکم : ص ۲۵۲۔ دار المعرفہ بیروت۔ عون المعبود : ص ۳۶۰۔ تحفۃ الاحوذی : ۷/۴۳۹۔۴۴۰۔

[۲۷] مکتوبات مجدد الف ثانیؒ : دفتر اول حصہ سوئم مکتوب نمبر ۲۷۔۳۷ طبع امرتسر بحوالہ فتاویٰ علماء حدیث : ۳/۸۶۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور اس سے آگے چل کر موصوفؒ نے رافع سنت بدعات کی مثالیں بھی دی ہیں۔ جنہیں بعض مشائخ نے بدعات حسنہ قرار دیا ہے جبکہ دراصل وہ ایسی نہیں ہیں اور انہی میں سے ایک یہ زبان سے نیت کرنا بھی ہے۔ جس کے بارے میں انہوں نے کھلے کھلے الفاظ میں لکھ دیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی کسی صحیح یا ضعیف حدیث اور آثار صحابہؓ میں سے کسی سے بھی انکا ثبوت نہیں ملتا۔ جیسا کہ انکے اپنے اصل فارسی الفاظ اور ان کا ترجمہ ذکر کیا جا چکا ہے۔

الغرض بدعت کے ساتھ حسنہ کا لفظ نص حدیث کے بھی خلاف ہے اور اہل علم و تحقیق بھی بدعت کیساتھ حسنہ کا لفظ لگانے کو ایک حسین دھوکہ یا جھانسہ قرار دیتے ہیں۔

احادیثِ رسول ﷺ کی روشنی میں

اور نبی اکرم ﷺ کا اپنا اسوۂ حسنہ بھی یہی بتاتا ہے۔ اور آپ ﷺ کے ارشادات بھی اسی کا پتہ دیتے ہیں کہ زبان سے نیت کی مہارنی یا گردان پڑھنے کا کوئی جواز نہیں۔ کیونکہ صحیح بخاری و مسلم، ابی عوانہ، سنن اربعہ اور بیہقی میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی "حدیث المسیء صلوته" یعنی ٹھیک طرح نماز نہ پڑھنے والے صحابیؓ کے واقعہ پر مشتمل حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اذاقمت الی الصلوة فاسبغ الوضوء ثم استقبل القبلة فکبر"[۲۸] "جب تم نماز کے لئے کھڑا ہونا چاہو تو اچھی طرح وضوء کرلو اور پھر قبلہ رو ہو کر تکبیر تحریمہ کہو"۔ اس حدیث شریف کے معنی و مفہوم پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ نماز کے لئے کھڑے ہوں تو سب سے پہلے تکبیر تحریمہ ہی زبان سے نکالنی چاہیے۔ اور دل کا فعل دل بجالائیگا۔ اور ایسے ہی صحیح مسلم اور ابوداؤد میں ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے: "کان رسول اللہ ﷺ یستفتح الصلوة بالتکبیر"[۲۹] "نبی اکرم ﷺ اپنی نماز کا آغاز تکبیر تحریمہ سے کیا کرتے تھے"۔ ایسے ہی ایک تیسری حدیث بھی جو کہ ابوداؤد اور ترمذی، ابن ماجہ، دارمی، دارقطنی، بیہقی، مصنف ابن ابی شیبہ، معانی الآثار طحاوی، حلیة الاولیاء ابونعیم، المختار للضیاء المقدسی اور تاریخ بغداد للخطیب میں حضرت علیؓ سے مروی ہے۔ اسمیں ارشاد نبویؐ ہے:

"مفتاح الصلوة الطهور وتحريمها التكبير وتحليلها التسليم"[۳۰] "نماز کی چابی طہارت و وضوء ہے اور تکبیر (تحریمہ) کہنے سے نماز کا آغاز اور سلام پھیرنے سے نماز کا اختتام ہو جاتا ہے"۔ اس حدیث میں بھی یہی بتایا گیا ہے کہ طہارت کے بعد نمازی کی نماز کا آغاز تکبیر تحریمہ ہے نہ کہ کوئی دوسرے الفاظ۔ الغرض حضرت العلام مولانا سید محمد داؤد غزنویؒ نے ہفت روزہ الاعتصام لاہور میں اپنا ایک فتویٰ شائع کروایا تھا۔ جسمیں وہ لکھتے ہیں:

عقلاً بھی یہ (زبان سے بات کرنا) بے معنی سی بات معلوم ہوتی ہے۔ ذرا غور فرمائیے کہ ایک شخص گھر سے نماز کے ارادہ

---

[۲۸] صحیح بخاری مع الفتح: (۶۲۵۱) صحیح مسلم مع نووی: ۱۰۷/۴/۲۔ صحیح ابی داؤد حدیث: ۷۶۲۔ صحیح ترمذی: ۲۴۸
صحیح نسائی: ۸۵۱۔ صحیح ابن ماجہ: ۸۶۹۔ صحیح الجامع: ۲۶۴-۲۶۳/۱/۱۔ الارواء: ۳۲۱/۱۔ مختصر مشکاۃ عبدالبدیع: ص ۱۲۳۔

[۲۹] صحیح مسلم مع شرحہ نووی: ۲۱۳/۴/۲۔ صحیح ابی داؤد: ۱۴۸/۱۔

[۳۰] صحیح ابی داؤد: (۵۵) صحیح ترمذی: (۳) صحیح ابن ماجہ: ۲۲۲۔ الارواء: ۸/۲۔ صحیحۃ مسند احمد: ۱۲۳/۱۔ صحیح الجامع: ۵۸۸۵۔
صفۃ صلاۃ النبیؐ: ص ۶۹ بحوالہ صحیح الجامع: ۱۰۲۴/۲۔ الام للشافعی: ۱۰۰/۱۔ دارمی: ۱/۷۸۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے چلا ہے۔ مسجد میں آکر اس نے وضو کیا۔ اب رو قبلہ ہو کر نماز پڑھنے لگا ہے۔ اب اس کا تلفظ سے نیت ایسا ہی ہے جیسا کہ کھانا شروع کرنے سے پہلے کوئی کہے۔ میں نیت کرتا ہوں کہ یہ کھانا کھاؤں تا کہ پیٹ بھر جائے اور بھوک جاتی رہے یا کپڑا پہنتے ہوئے یوں کہے "میں نیت کرتا ہوں کہ یہ کپڑا پہنوں تا کہ میں اس سے بدن ڈھانکوں یا اس سے سردی سے بچاؤ حاصل کروں یا دھوپ کی تمازت سے بچ جاؤں" کیا کوئی عقلمند اس قسم کی نیتوں کو جو دل میں موجود ہیں ان کے تلفظ کو صحیح اور قرین دانش سمجھے گا؟ ہرگز نہیں۔[۳۱]

سیدھا سادھا اور آسان دین

ہمارے دین اسلام کی تعلیمات انتہائی سیدھی سادھی آسان اور فطرتی ہیں جیسا کہ خود قرآن کریم سورۃ الحج میں آیت نمبر ۷۸ میں ارشاد الٰہی ہے: (وما جعل علیکم فی الدین من حرج) "اور اس (اللہ) نے دین میں تم پر کوئی تنگی نہیں رکھی" اور صحیح بخاری و نسائی میں حضرت ابو ھریرۃؓ سے مروی ارشاد نبویؐ ہے: "ان الدین یسر"[۳۲] "بے شک دین آسان ہے"۔

یہ تو قرآن و سنت کی تصریحات ہیں لیکن تکلفات کے عمل دخل نے دین کو خاصا مشکل بنا کے رکھ دیا ہے۔ اور خاص طور پر معاشرے کے اکثریتی طبقے یعنی ان پڑھ حضرات کیلئے تو کئی مسائل پیدا کر دیئے گئے ہیں۔ مثال کے طور پر نیت کا مسئلہ ہی لے لیجئے کہ شریعت میں اسے کھلا چھوڑا گیا ہے کہ کوئی عربی ہو یا عجمی اپنے دل میں نیت کرے اور اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کر دے۔ اسے عربی، فارسی، اردو اور پنجابی یا دنیا کی کسی بھی زبان میں کچھ مخصوص الفاظ پر مشتمل نیت کی مہارنی یا گردان پڑھنے کا پابند نہیں کیا گیا۔ اور جن حضرات نے اس گردان کو لازمی قرار دیا ہے انہوں نے پھر اس کے الفاظ بھی وضع کئے ہیں، جو یقیناً ہر نماز کے ساتھ یعنی پہلے نماز پنجگانہ میں سے ہر نماز کے ساتھ اور پھر ہر نماز کی فرض، سنت، وتر اور نفلی رکعتوں کیساتھ اور پھر مقتدی یا امام کی حیثیتوں کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ اور پھر نماز بھی کوئی صرف پنجگانہ ہی نہیں، بلکہ کتنی ہی دوسری نفلی نمازیں بھی ہیں۔ جن کے لئے الگ الگ الفاظ ہونگے۔ اس طرح یہ ایک طویل سلسلہ بن جاتا ہے۔ اور کئی مرتبہ نماز جنازہ، صلوۃ الکسوف یا کسی دوسری فرض کفایہ، نفلی یا مسنون نماز کا ذکر ہو، تو بعض لوگ پوچھ رہے ہوتے ہیں کہ اس کی نیت کیسے کرنی ہے؟ اس معصوم سے سوال کی نوعیت ہی بتا رہی ہے کہ کتنے ہی ایسے لوگ ہونگے جنہیں کسی نفلی نماز کے بارے میں تو علم ہوگا یا کچھ معلومات ہونگی۔ مگر نیت کا مروجہ طریقہ معلوم نہ ہونیکی وجہ سے وہ اسکی فضیلت کے حصول سے محروم رہ جاتے ہونگے...... یا اس سے سستی برتتے ہونگے...... اور یہ تو نفلی عبادات ہوئیں! کوئی کر پائے تو فبھا اور نہ کر پائے تو کوئی مؤاخذہ و گناہ نہیں...... ہم نے تو یہاں تک سنا ہے کہ بعض عمر رسیدہ بوڑھے حضرات سے پوچھا گیا کہ باباجی! آپ نماز کیوں نہیں پڑھتے؟ تو ان کا جواب اہل علم کیلئے انتہائی فکر انگیز بلکہ عبرتناک تھا، کہ جی! نماز تو ہمیں آتی ہے، مگر نیت نہیں آتی..... اسلئے کیا کریں؟

اندازہ فرمائیں..... کہ تعوذ و تسمیہ اور ثناء و الحمد سے لیکر سلام پھیرنے تک نماز تو انہیں یاد ہوگئی کیونکہ یہ ہر مسلمان کیلئے ایک فطری بات ہے۔ ویسے بھی کلام الٰہی قرآن مجید ہو یا احادیث رسول ﷺ ان کا یاد ہو جانا آسان ہے، مگر جو چیز اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ سے ثابت نہیں۔ اور ہر دو تین اور چار رکعتوں اور ہر نماز کے ساتھ بدلتے رہنے والی چیز ہے اس کے الفاظ کو یاد کرنے سے

---

[۳۱] بحوالہ فتاویٰ علماء حدیث جلد سوئم۔

[۳۲] بخاری مع الفتح حدیث (۳۹) صحیح الجامع حدیث (۱۶۱۱) ۶۱/۲/۱-

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عاجز ہیں۔ اور شاید یہی وجہ ہوگی کہ رسول رحمت ﷺ نے اپنے پیروکاروں اور اپنے ماننے والے افراد امت کی آسانی کے پیش نظر اس نیت کے الفاظ کی تعلیم ہی نہیں دی۔ اور قارئین کرام! مروجہ نیت کے بارے میں ہم نے یہ طول طویل تفصیلات اسلئے ذکر کردی ہیں تاکہ آپ سب کو زبان سے نیت کی شرعی حیثیت معلوم ہو جائے۔ اور وہ لوگ جو نماز کی کسی رکعت کے آخری لمحات میں پہنچتے ہیں اور جماعت سے ملتے ہیں، اور وقت کی قلت کے باوجود یہ مروجہ نیت دہرانا شروع کردیتے ہیں: حتی کہ اس بے ثبوت فعل پر عمل پیرا ہونے کے نتیجہ میں نماز کی ایک رکعت کا اہم رکن "قیام" ان سے فوت ہو جاتا ہے۔ اور ان کے "اللہ اکبر" کہنے سے پہلے ہی امام رکوع میں چلا جاتا ہے۔ انہوں نے ثناء و فاتحہ پڑھی نہیں، قرأت سنی نہیں، قیام کیا نہیں اور یوں ایک رکعت فوت کرلی۔ اور اس طرح ثواب وفضیلت میں جو کمی واقع ہو جاتی ہے۔ وہ یقیناً ایک بہت ہی بڑا خسارہ ہے۔ لہٰذا اس خود ساختہ عمل سے بچئے تاکہ خسارہ کی نوبت ہی نہ آئے۔

ان سب تفصیلات کے بعد خصوصاً جبکہ بحر الرائق (۲۷۷/۱) کے حوالہ سے صوفی عبدالحمید صاحب نے نماز مسنون (ص ۲۷۳) پر نقل کیا ہے کہ "نیت کا زبان سے کہنا ضروری نہیں، نہ حضور ﷺ سے، نہ خلفاء راشدینؓ اور دیگر صحابہؓ سے نہ ائمہ اسلام سے لفظ "نیت" کا ثبوت ہے۔

اس سے آگے خود اعتراف کیا ہے کہ "نیت تو فقط ارادہ کا نام ہے" جس کا محل دل ہے نہ کہ زبان" اور پھر حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوب نمبر ۱۸۶ کا اقتباس بھی نقل کیا ہے۔ اور شیخ عبدالحق کی اللمعات شرح مشکاۃ سے بھی ایک سطر لی ہے۔ پھر اسکے بعد معلوم نہیں کہ اپنے مقتدیوں کو راضی کرنے کے لئے سعید رسول ﷺ، تعامل صحابہؓ و سلف صالحینؒ کے خلاف اپنے تجربہ کو ان الفاظ میں کیوں بیان کردیا ہے؟ "لیکن تجربہ سے معلوم ہوا کہ عوام کو اگر لسانی نیت سے روک دیا جائے تو وہ لسانی اور قلبی دونوں نیتوں سے محروم ہو جاتے ہیں اور آگے اپنے بعض پیش روؤں کے حوالے نقل کئے ہیں۔

صوفی صاحب کے مبلغ علم کا تو ہمیں پتہ نہیں، البتہ ان کی کتاب کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ "علامہ" ہیں پھر انہیں تجربہ کیسے ہوگیا؟ دین کیا صرف صوفی صاحب جیسے لوگوں کے لئے ہی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے عوام کا (نعوذ باللہ) خیال نہیں رکھا؟ نبی اکرم ﷺ کیا دین کو (نعوذ باللہ) نامکمل چھوڑ گئے ہیں کہ اب ان حضرات کو تکمیل کی زحمت اٹھانا پڑ رہی ہے؟؟؟

"مسنون نماز" کو اسم با مسمی بنانے کی کوشش فرماتے اور نیت کے الفاظ (لسانی نیت) کا ثبوت سنت سے دیتے، تو کیا بات ہوتی!! اور نیت تو تمام اعمال کی بنیاد ہے اور نیت کے معاملہ میں ہی جب "غیر مسنون" فعل کا مشورہ دیا جا رہا ہے تو "مسنون نماز" کے لئے آگے چل کر کیا کیا مشورے نہ دیئے ہونگے!!! پہلی اینٹ سے ہی اندازہ ہو رہا ہے کہ یہ "دیوار" کجی سے نہیں بچ پائے گی۔

خشت اول چوں نہد معمار کج ۔ تا ثریا مے رود دیوار کج

باثبوت: اور یہاں یہ بات بھی آپ کو ذہن نشین کراتے جائیں کہ یہ جو کہا جاتا ہے، بلکہ یہ کہہ کر سادہ دل لوگوں کو اس کا پابند کرلیا جاتا ہے کہ دل کی نیت کیساتھ زبان کا اقرار بھی ضروری ہے یہ بات علے الاطلاق یوں صحیح نہیں بلکہ صحیح یہ ہے کہ جہاں جہاں دل کی نیت کے ساتھ ساتھ زبان کا اقرار وارد ہوا ہے، وہاں وہاں اقرار کیجئے۔ لیکن جہاں وارد نہیں ہو لو وہاں کے لئے کوئی اقرار خود ہی کیوں ایجاد کرتے ہیں؟ مثلاً روزہ افطار کرنیکی دعا: "اللھم لك صمت وعلى رزقك افطرت" وارد و ثابت ہے لہٰذا اسوقت یہ اقرار کیجئے لیکن روزہ رکھنے اور سحری کھانے کے وقت ایسا کوئی اقرار وارد نہیں لہٰذا: "وبصوم غد نويت من شهر رمضان" جیسا اقرار ایجاد کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اسکی تفصیل ہم "احکام و مسائل رمضان و روزہ" میں بیان کرچکے ہیں کہ روزہ رکھتے وقت صرف سحری کھالینا ہی روزے کی نیت کے لئے کافی ہے، زبان سے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ اور افطاری کی طرح ہی بعض دیگر احکام میں بھی زبان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے ایسے اقرار وارد ہوئے ہیں، وہاں جائز بھی ہیں۔ مثلاً حج بدل کا احرام باندھتے وقت: "لبیك (عن فلان)" یعنی اس شخص کا نام لے سکتے ہیں جس کی طرف سے حج کریں کیونکہ ابوداود، ابن ماجہ، ابن حبان وابن خزیمہ، دارقطنی وبیهقی، مسند ابی یعلی، ابن الجارود اور التمهید لابن عبدالبر میں سعید بن جبیر کے واسطے سے اور معجم طبرانی صغیر میں عطاء کے واسطے سے حضرت ابن عباسؓ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ایک شخص کو" لبیك عن شبرمه "کہتے سنا: تو اس سے آپؐ نے منع نہیں فرمایا اور نہ ہی نکیر کی، بلکہ پوچھا کہ تم خود حج کر چکے ہو یا نہیں؟ اور نفی میں جواب ملنے پر فرمایا: پہلے خود اپنی طرف سے حج کرو پھر شبرمہ کی طرف سے کر لینا[۴۳] یہی صورت صرف عمرہ کرنیوالے کے لئے بوقت احرام: "لبیك اللهم بالعمرة" کہنے اور بوقت حج مفرد" لبیك اللهم بالحج" کہنے اور بوقت حج قران: "لبیك اللهم بالحج والعمرة" کہنے کی بھی ہے۔ اور حج کی طرح قربانی کرتے وقت "بسم الله، الله اکبر، اللهم هذا منك ولك" کے بعد" اللهم تقبل" کہہ سکتا ہے۔ یا "عن فلان" کہے یا پھر جس کی طرف سے قربانی کر رہا ہو "عن" کہہ کر اس کا نام لے۔ جیسا کہ ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، بیہقی، دارمی اور مسند احمد میں حضرت جابرؓ سے اور صحیح مسلم، ابوداؤد، بیہقی ومسند احمد میں حضرت عائشہؓ سے مروی حدیث سے پتہ چلتا ہے۔[۴۴]

اور اس افطاری روزہ، عمرہ حج اور قربانی کے سوا کسی دوسرے عمل کی نیت کے الفاظ نہیں ملتے۔ لہٰذا حدود دائرہ شریعت کے اندر ہی رہنا چاہیے۔ اور جہاں کچھ ثابت نہیں وہاں اپنی طرف سے کچھ داخل کرنے پر مصر نہیں رہنا چاہیئے۔ اور جہاں کچھ ثابت ہے اس سے کوئی روکتا نہیں۔[۴۵]

---

[۴۳] صحیح ابی داؤد (۱۵۹۶) صحیح ابن ماجہ (۲۹۴۷) تلخیص الحبیر: ۲۲۳/۲/۱۔ الموارد (۹۶۲) صحیح ابن خزیمہ ۳۴۵/۴۔ الارواء: ۱۷۱/۴ وصححہ، نیز دیکھئے میری کتاب "سوئے حرم" ص ۵۲ تخریج نمبر ۴۳۔

[۴۴] ملاحظہ ہوں "سوئے حرم" ص ۳۸۸ و ۴۰۰۔ تخریج ۴۱۶ و ۴۳۸۔

[۴۵] نیز دیکھئے: فتاوی اہلحدیث حضرت العلام محدث روپڑیؒ: ۵۵۳/۲۔ بحوالہ فتاوی علماء حدیث: ۹۴/۳۔۹۵۔

حافظ محمد اسلم صاحب وحافظ محمد اکرم مدنی صاحب کو صدمہ

مرکزی جمعیت اہلحدیث شارجہ (متحدہ عرب امارات) کے امیر مولانا حافظ محمد اسلم صاحب فاضل مدینہ یونیورسٹی اور حافظ محمد اکرم مدنی صاحب چکی (پنڈی گھیپ) کے والد محترم حاجی فیروز خان صاحب گذشتہ دنوں دنیائے فانی سے رخصت فرما گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم پابند صوم وصلوۃ، متقی اور پرہیزگار انسان تھے۔ مسلک حقہ کی تبلیغ کے جذبہ سے سرشار تھے۔ انہوں نے اپنی اولاد کو بھی دین کیلئے وقف کر رکھا تھا۔ اور انہیں دینی تعلیمات کے حصول کا پورا پورا موقع دیا تھا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی بشری لغزشوں، کوتاہیوں اور گناہوں کو معاف فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

ادارہ "حرمین" ورثاء کے غم میں برابر کا شریک ہے اور مرحوم کی بلندی درجات کیلئے دعا گو ہے۔

© rasailojaraid.com